محمد جعفر پھلواروی

اسلام اور خاندانی منصوبہ بندی

خاندانی منصوبہ بندی نے بد قسمتی سے اس زمانے میں ایک نزاعی مسئلے کی حیثیت اختیار کر لی ہے۔ ہمارے پیش نظر صرف صورت مسئلہ کی تحقیق ہے نہ کہ کسی خاص نقطۂ نظر کی ترجمانی اگر کوئی اور صاحب اس موضوع پر اپنے تاثرات لکھ کر ہمیں بھیجیں تو ہم ضرور شائع کریں گے۔

خاندانی منصوبہ بندی یا فیملی پلاننگ دراصل ایک وسیع المعنی اسکیم ہے اور ضبط ولادت (برتھ کنٹرول) اس پوری اسکیم کا ایک منفی مگر اہم حصہ ہے اور اسی وقت اس سے خوشگوار نتائج پیدا ہو سکتے ہیں جب یہ اپنے دوسرے مثبت اجزا کے ساتھ مل کر چلے۔ اس لیے خاندانی منصوبہ بندی اور ضبط ولادت کو ہم معنی سمجھنا صحیح نہیں۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے انسان، جاندار ہوتا ہے لیکن جاندار کے معنی انسان کے نہیں۔ خاندانی منصوبہ بندی کا مطلب صرف یہ ہے کہ وسائل زندگی اور آبادی کے درمیان ایسا توازن و تناسب قائم کیا جائے جس سے زندگی کی خوشگواریاں حاصل ہوں۔ اس کے کئی جز ہیں مثلاً بے کار زمینوں کو زیر کاشت لانا اور جدید سائنٹفک طریقوں سے پیداوار کو بڑھانا۔ رہائشی مکانات میں اضافہ کرنا۔ دوا علاج کو پورے ملک میں وسیع کرنا، تعلیم کو عام کرنا اور جائز تفریحات کی آسانیاں پیدا کرنا۔ پھر ملک کی پیداوار کو بیرونی دستبرد اور اسمگلنگ وغیرہ سے بچانا۔ گرانی کو دور کرنا۔ غرض ایسی معاشی ہمواری اور خوشگواری پیدا کرنا جس سے زندہ رہنے کی سہولتیں ہر ایک کو میسر ہوں اور ایسی اخلاقی تعلیم دینا

جو کردار کو بلند کرے۔ ان مقاصد کو حاصل کرنے کے بہت سے ذرائع ہیں اور انھیں میں ایک ذریعہ ضبطِ ولادت بھی ہے کیونکہ اگر وسائل زندگی کی رفتار سے اضافۂ آبادی کی رفتار زیادہ تیز ہو تو مشکلاتِ زندگی جوں کی توں رہیں گی۔ آج اگر ½ ہے تو کل ¼ رہے گا۔

بعض حضرات ضبطِ ولادت اور نسل کشی کو ہم معنی سمجھتے ہیں۔ یہ صحیح نہیں۔ ضبطِ ولادت کا مقصد نسل کُشی نہیں بلکہ نسل کُشی میں ایسا اعتدال پیدا کرنا ہے جس سے وسائل زندگی اور انسانی آبادی میں توازن وتناسب قائم رہے۔

یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ ضبطِ ولادت کوئی دائمی اصول نہیں بلکہ ایک وقتی اور عبوری ضرورت ہے۔ اُمّت کو کبھی آبادی بڑھانے کی ضرورت ہوتی ہے اور کبھی اعتدال کے اندر رکھنے کی۔ اس کی مثال تعددِ ازدواج جیسی ہے۔ کبھی بے سہارا یتیموں اور بیواؤں کو معاشرے میں کھپانے کے لیے بشرطِ عدل وکفالت متعدد شادیاں کرنی پڑتی ہیں اور کبھی ایک ہی پر اکتفا کرنا ضروری ہوتا ہے، اور کبھی ایک بھی نہ کرنا بہتر ہوتا ہے۔

اس وقت ہم خاندانی منصوبہ بندی کے ایک اہم جز یعنی ضبطِ ولادت ہی پر گفتگو کریں گے اس لیے کہ بہت سے حضرات شریعتِ اسلامیہ کی رو سے اسے بالکل ناجائز وحرام خیال کرتے ہیں۔

۱۔ پہلی بات یہ کہی جاتی ہے کہ ضبطِ ولادت قتلِ اولاد ہے اور قرآن پاک کا ارشاد ہے کہ:
"لاتقتلوا اولادکم خشیۃ املاق" (معاشی تنگی کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو)۔
ہماری رائے میں یہ دلیل اس لیے بے وزن ہے کہ مادۂ تولید کو اولاد کہنا انڈے کو مرغی اور گٹھلی کو پھلدار درخت قرار دینا ہے۔ اس کی مزید تشریح میری کتاب 'تحدیدِ نسل' میں موجود ہے۔

ضبطِ ولادت کے خلاف ایک حدیث بھی پیش کی جاتی ہے اور وہ یہ ہے:

۲۔ تزوجوا الولود الودود (خوب جننے والی اور محبّت کرنے والی عورت سے شادی کرو)۔ آپ خود ہی سوچیے کہ شادی سے پہلے ہی یہ کس طرح معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ عورت خوب جننے والی ہے؟ ایک صاحب نے کہا کہ بعض خاندان کی یہ خصوصیت یا خاصیت ہوتی ہے کہ ان

کی عورتیں بانجھ ہوتی ہیں۔ وہاں شادی نہیں کرنی چاہیے۔ لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ وہ کونسا خاندان ہو سکتا ہے جہاں لوگ نسلاً بعد نسلٍ لاولد ہوتے ہوں؟

۳۔ ایک اور حدیث یہ بیان کی جاتی ہے کہ "تناکحوا تکاثروا الخ (شادیاں کرو تو تمہاری آبادی میں اضافہ ہوگا)۔ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ کسی قوم پر ایسے حالات بھی گزر سکتے ہیں کہ آبادی میں اضافہ کرنے کی ضرورت ہو اور وہی قوم ایسے حالات سے بھی گزر سکتی ہے کہ آبادی پر کنٹرول کی ضرورت ہو۔ لہذا یہ حدیث بھی ایک موقع خاص ہی کے لیے ہے۔ اور صرف انہی لوگوں کے لیے ہے جو کفالت کی پوری استطاعت رکھتے ہوں۔ یا جن ممالک کی آبادی ان کے وسائل و ذرائع کی فراوانی کے باوجود بہت کم ہو جیسے آسٹریلیا۔ (اسے نہ بھولنا چاہیے کہ محض شادی ہی کرنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے کفالت کا بھی حکم دیا گیا ہے۔ اور اگر کفالت کا انتظام نہ ہو تو شادی نہ کرنا زیادہ بہتر ہے۔ قرآن میں ہے: "ولیستعفف الذین لایجدون نکاحا حتی یغنیھم اللہ من فضلہ" (جن لوگوں کو نکاح کا مقدور نہ ہو وہ صبر سے کام لیں تاآنکہ اللہ تعالیٰ انھیں اپنے فضل سے غنی کر دے)۔ علاوہ ازیں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت کسے نہیں معلوم؟ غربت کی وجہ سے انھیں رشتہ نہ ملتا تھا۔ حضورؐ سے خصی ہونے کی اجازت چاہی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ روزے رکھا کرو۔ اسی سے مقصد حاصل ہو جائے گا۔ مطلب یہ ہے کہ جب تک کفالت کی طاقت نہ ہو صبر کرو۔ اگر یہ وجہ نہ ہوتی تو حضورؐ فرما دیتے کہ ابوہریرہ کا رشتہ بہرحال ہونا چاہیے۔ خواہ کفالت کر سکیں یا نہ کر سکیں۔ مزید برآں خود قرآن میں فرمایا گیا ہے کہ "وعلی المولود لہ رزقھن وکسوتھن" (عورتوں کا روٹی کپڑا ان کے شوہروں کے ذمے ہے)۔ ان تمام شواہد سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ تناکحوا (شادی کرو) کا حکم صرف انہی لوگوں کے لیے ہے جو غنی اور صاحب استطاعت ہوں ورنہ صبر کرنا ہی بہتر ہے۔ سوال یہ ہے کہ جب عدم کفالت کی صورت میں شادی نہ کرنا بہتر ہے تو اسی اصول سے ضبط ولادت کیوں جائز نہ ہوگا جب کہ شادی ہی کا ایک نتیجہ ہے اولاد۔

۴۔ ضبطِ ولادت کے ناجائز ہونے کی ایک دلیل یہ بھی دی جاتی ہے کہ عزل کو حدیث نبوی میں الوأدُ الخفی (یعنی چھوٹے درجے کا قتل اولاد) کہا گیا ہے۔ (یہ حدیث کی کتابوں میں تو موجود ہے لیکن حدیث رسول نہیں بلکہ حدیث یہود ہے۔ بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ میں یعنی صحاح ستہ کی ہر کتاب میں حضرت ابوسعید خدری سے یہ روایت اس طرح مروی ہے:

ان رجلا قال یا رسول اللہ ان لی جاریة وانا اعزل منها وانا اکرہ ان تحمل وان الیہود تحدث ان العزل الموءودة الصغریٰ. قال کذبت الیہود لو اراد اللہ ان یخلق ما استطعت ان تصرفه۔	ایک شخص نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ میرے پاس ایک کنیز ہے جس سے میں عزل کرتا ہوں مجھے اس کا حاملہ ہونا پسند نہیں اور یہود یہ بیان کرتے ہیں کہ عزل چھوٹے درجے کا قتل اولاد ہے۔ حضورؐ نے فرمایا یہود جھوٹے ہیں۔ اگر اللہ (اولاد) پیدا کرنے کا ارادہ کرے تو اسے روکنے کی تم قدرت نہیں رکھتے۔

اس روایت سے آپ پر واضح ہو گیا ہو گا مادۂ تولید کو ضائع کر دینا کسی درجے میں بھی قتلِ اولاد نہیں اور اسے چھوٹے درجے کا قتل اولاد قرار دینا دراصل یہود کا ایک دعویٰ تھا، جس کی حضورؐ نے تردید و تکذیب فرمائی۔

پھر ایک دوسری روایت سے بھی عزل اور ضبطِ ولادت کی تائید ہوتی ہے جو ابن ماجہ میں حضرت عمرؓ سے مروی ہے۔ ملاحظہ ہو:

نهیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یعزل عن الحرة الا باذنها	آنحضورؐ نے منکوحہ سے عزل کرنے کو منع فرمایا ہے بجز اس کے کہ اس (عورت) کی اجازت ہو۔

اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کنیز سے عزل کرنا تو بلا اختلاف جائز ہے۔ البتہ اگر حرہ منکوحہ سے عزل کرنا ہو تو اجازت کی ضرورت ہے۔ اب خود ہی سوچیے کہ عزل کسی درجے میں بھی قتل اولاد ہوتا تو اس کے معنی یہ ہوتے کہ تم کنیز کی اولاد کو تو جب چاہو قتل کر دو۔ البتہ منکوحہ کی اولاد کو اس کی اجازت سے قتل کر سکتے ہو۔ ظاہر ہے کہ کوئی صاحبِ عقل نہ یہ

مطلب نکال سکتا ہے نہ عزل کو قتل اولاد قرار دے سکتا ہے۔

ایک اور روایت سے بھی جو ابو سعید خدری سے بخاری میں مروی ہے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ عزل نہ تو قتل اولاد ہے اور نہ اس کی ممانعت ہے۔ روایت یوں ہے:

کنا نعزل فسألنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال او انکم لتفعلون؟ قالہا ثلثا۔ ما من نسمۃ کائنۃ الی یوم القیمۃ الا وھی کائنۃ۔	ہم لوگ عزل کرتے تھے پھر حضورؐ سے دریافت کیا تو حضورؐ نے تین بار پوچھا کیا واقعی تم لوگ ایسا کرتے ہو؟ پھر کہا جو روح آنے والی ہے وہ تو آ ہی کر رہے گی تا قیام قیامت۔

اس روایت سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ نے اس پر اظہار تعجب فرمایا۔ یا زیادہ سے زیادہ کھینچ تان کر اس میں کراہت کا پہلو نکالا جا سکتا ہے لیکن یہ انداز بیان ناجائز ہونے کے کسی درجے میں بھی نہیں آتا۔ ناجائز ہونے کا صاف طریقہ یہ ہو سکتا تھا کہ خبردار ایسا نہ کرو۔

اور منع نہ کیے جانے کا ذکر تو زیادہ واضح لفظوں میں دوسری روایت سے واضح ہوتا ہے جو مسلم نے حضرت جابرؓ سے نقل کی ہے وہ یوں ہے:

کنا نعزل علی عھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فبلغہ ذلک فلم ینھنا	ہم لوگ عہد نبوی میں عزل کیا کرتے تھے پھر حضورؐ کو یہ اطلاع پہنچی مگر ہم لوگوں کو منع نہیں فرمایا۔

یہاں صاف لفظوں میں ذکر ہے کہ حضورؐ نے منع نہیں فرمایا اور اس سے زیادہ وضاحت تو حضرت جابرؓ کی اس روایت میں ہے جو بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، اور ابن ماجہ نے نقل کی ہے وہ یوں ہے:

کنا نعزل علی عھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم والقرآن ینزل۔	ہم عہد نبوی میں جب کہ قرآن نازل ہو رہا تھا عزل کیا کرتے تھے (یعنی اگر عزل ناجائز یا قتل اولاد کے کسی درجے میں بھی ہوتا تو قرآن میں ضرور اس کی

ممانعت نازل ہوتی

۵۔ایک استدلال عزل کے ناجائز ہونے پر یہ بھی کیا جاتا ہے کہ بعض روایتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عزل وغیرہ کی تدبیر ہی بےکار اور بے اثر ہے اس لیے عزل کرنا ہی نہیں چاہیے۔ پہلی اور دوسری روایت تو ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں۔ایک یہ کہ:

لو اراد اللہ ان یخلق ما استطعت ان تصرفہ اگر اللہ کسی اولاد کو پیدا کرنا چاہے تو تم اسے روک نہیں سکتے۔ دوسری یہ کہ: ما من نسمۃ کائنۃ الی یوم القیمۃ الا وھی کائنۃ قیامت تک جو روح آنے والی ہے وہ آکر رہے گی۔ دونوں کا خلاصہ یہ ہے کہ آنے والی روح آکر رہے گی۔اور کوئی اسے روک نہیں سکتا۔ بلاشبہ یہ ایک اظہار واقعہ ہے لیکن اس میں عزل کی ممانعت کا کوئی شائبہ نہیں پایا جاتا۔ یہ تو ایسا ہی ہے جیسے ہم کہیں کہ مرنے والا تو مرہی کے رہتا ہے خواہ کتنی ہی تدبیریں اور دوا علاج کرو۔ لیکن کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ دوا علاج نہیں کرنا چاہیے؟ علاوہ ازیں اگر یہ صحیح ہے کہ تم کچھ بھی کرو آنے والی روح تو آکر ہی رہے گی تو یہ بھی صحیح ہے کہ تم کچھ بھی کرو نہ آنے والی روح کبھی نہ آسکے گی۔ لہٰذا اولاد پیدا کرنے کی تمام کوششیں بھی ترک کر دینی چاہئیں بلکہ شادی کرنے کی بھی کیا ضرورت؟ یہ بھی ویسی ہی عبث کوشش ہے جیسے آنے والی روحوں کو روکنے کی کوششیں۔

پھر ایک اور نکتے پر بھی غور فرمایئے۔ اگر واقعی آنے والی روح آکر ہی رہے گی تو اسے روکنے کی تدبیروں پر یہ مخالفانہ ہنگامہ آرائی کیوں ہے؟ جب آنے والی روح تو آکر ہی رہے گی تو فیملی پلاننگ کی مخالفت میں لوگ اپنا وقت، روپیہ، کاغذ، اور اپنی توانائیاں کیوں ضائع کرتے ہیں؟

۶۔عزل کی مخالفت میں ایک حدیث یہ بھی بیان کی جاتی ہے جو حدیث نہیں معلوم ہوتی:

لو القی احدکم ماءہ علی صخرۃ لاخرج اللہ منھا ولدا اذا شاء۔ہم اس روایت کے متعلق کیا عرض کریں بجز اس کے کہ بعض اوقات ایک بات کسی کی زبان سے نکلتی ہے اور وہ

بتدریج حدیثِ رسولؐ بن جاتی ہے۔ مادۂ تولید اسی وقت اولاد بن سکتا ہے جب وہ Sperm کسی شکم میں جائے۔ پھر وہ Ovum یا egg کے ساتھ ملے۔ پھر رحم کا منہ بند ہو، پھر اسے پرورش کے لیے حیضوں خون کی غذا ملتی ہے۔ اب ہم صرف یہ عرض کرنے کی اجازت چاہتے ہیں اگر واقعی پتھر پہ مادہ تولید گرا دینے سے اولاد پیدا ہو سکتی ہے تو شادی کے بکھیڑوں میں پڑنے کی ضرورت کیا ہے۔ دوسرے جب پتھر سے اولاد ہو سکتی ہے تو عزل کے تمام دوسرے طریقوں کے بعد بھی اولاد پیدا ہو کر ہی رہے گی۔ کیونکہ آنے والی روح تو آ کر ہی رہتی ہے۔ لہذا فیملی پلاننگ ایسوسی ایشن والوں کو جھک مارنے دیجیے۔ آنے والی روح تو آ کر ہی رہے گی آپ مخالفت کی بجائے کوئی اور کام کیجیے۔

ہماری ایک قابل افسوس روش یہ ہے کہ کوئی کتنی ہی معقول بات کہے وہ قابل قبول نہیں ہوتی اور اگر وہی بات ایک صدی پہلے کسی نے کہی ہو تو اسے سر آنکھوں پر جگہ دی جاتی ہے۔ عزل کے متعلق ہم اپنی کتاب "تحدید نسل" میں بہت کچھ لکھ چکے ہیں۔ اور بحمد اللہ اب تو علمائے کرام میں بھی بعض حضرات اس کے قائل ہونے لگے ہیں۔ تاہم ایک استدلال ایسا بھی ہے جدھر کسی کی نظر نہیں گئی ہے اسے بھی سن لیجیے۔ قرآن کی ایک آیت ہے:

نساءکم حرث لکم فأتوا حرثکم أنّٰی شئتم۔	عورتیں تمھارے لیے کھیتی ہیں۔ لہذا اپنی کھیتی میں جب چاہو آؤ۔

اس کی تفسیر چار طرح کی گئی ہے۔ میرا ترجمہ آخری تفسیر کے مطابق ہے جو محمد بن حنیفہ سے مروی ہے اور ہم اسی کو صحیح مانتے ہیں۔ لیکن اس کی جو تیسری تفسیر کی گئی ہے اس سے اگرچہ ہمیں اتفاق نہیں لیکن کم از کم اس سے اتنا معلوم ہو جاتا ہے کہ کیسے کیسے لوگ جواز عزل کے قائل ہیں۔ ملاحظہ ہو:

والثالث انها نزلت فی الاذن بالعزل عن الزوجة روی ذلک عن بن عباس اخرجه جماعة منهم ابن ابی شیبة و	آیت کی تیسری تفسیر یہ ہے کہ یہ بیوی سے عزل کرنے کی اجازت کے سلسلے میں آیت نازل ہوئی ہے یہی ابن عباس سے مروی ہے جسے ایک جماعت نے نقل کیا

عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر و ابن ابی حاتم والطبرانی والحاکم۔ و روی ذلک ایضاً عن ابن عمر۔ اخرجه ابن ابی شیبة قال فأتوا حرثکم انی شئتم ان شاء عزل وان شاء لم یعزل وروی عن سعید بن المسیب اخرجه عنه ابن ابی شیبة (نیل الاوطار الشوکانی ج ۶، ص ۱۲۵)

ہے۔ مثلاً ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن مُنذر، ابن ابی حاتم، طبرانی، حاکم وغیرہ نے یہی تفسیر ابن عمر سے بھی منقول ہے جیسا کہ ابن ابی شیبہ لکھتے ہیں کہ ابن عمر نے فرمایا کہ اس آیت یعنی "فأتوا حرثکم انی شئتم" کا مطلب یہ ہے کہ اگر چاہے تو عزل کرے اور نہ چاہے تو نہ کرے۔ نیز سعید بن مسیب سے بھی یہی تفسیر منقول ہے جیسا کہ ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا؟ ابن عباس، ابن عمر، اور سعید بن مسیب جیسے اکابر امت بھی عزل کے قائل ہیں۔ اوپر کی ایک روایت میں حضرت عمرؓ سے جو روایت ہے اس میں حرہ (زنِ آزاد) سے عزل کرنے کے لیے بیوی کی اجازت کی بھی ضرورت ہے مگر یہاں یہ تینوں بزرگوار اس اجازت کے بھی قائل نہیں۔ اور سنیے امام شافعی کا بھی یہی مسلک ہے یہ بھی کسی کی اجازت کے قائل نہیں ہیں۔ ان تمام اکابر امت کا یہ قول اس وقت کا ہے جب کہ اضافۂ آبادی کا مسئلہ ان کے سامنے نہ تھا بلکہ "تناکحوا تکاثروا" کا حکم ان کے پیشِ نظر تھا۔ اس کے باوجود وہ بلا ضرورت ضبط ولادت اور عزل کے قائل تھے۔ آج اگر وہ ہوتے تو یقیناً جواز کی حدود سے آگے نکل کر شاید وجوب کا بھی فتوے دیدیتے۔ ضرورت کے وقت اس طرح فتوے بدل جانے کی بے شمار مثالیں موجود ہیں اور حالات بدلنے کے بعد مسائل کا بدل جانا تو فقہ کا ایک مسلّم اصول بھی ہے۔

اب آخر میں امام غزالی کا فتوے بھی سنیئے۔ ہمارے خیال میں یہ ایک فیصلہ کن فتوے ہے۔ وہ عزل کے محرکات لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

الثانیة استبقاء جمال المرأة ولنشاطها

عزل کا دوسرا محرک عورت کے جمال، رعنائی،

ونضارة لونها وسمنها للدوام التمتع واستبقاء حياتها خوفاً من خطر الطلق وهذا ايضاً ليس منهياً عنه

رنگ روغن اور گدازی بدن کو باقی رکھنا ہے، تاکہ لذت اندوزی برابر قائم رہے، نیز عورت کی زندگی کو دردزہ کے خطرہ وخوف سے محفوظ رکھنا بھی ایک محرک ہے اور اس کی بھی کوئی ممانعت نہیں۔

سید مرتضیٰ زبیدی امام غزالی کی شرح کرتے ہوئے (اتحاف السادۃ ج ۵، ص ۳۸۲ میں) عزل کی ایک اور غرض بھی بتاتے ہیں:

وکذا استبقاء ثدییها عن السقوط

سینے کو ڈھلکنے سے محفوظ رکھنے کے لیے بھی عزل کیا جاسکتا ہے۔

اب آپ خود ہی فیصلہ فرمایئے کہ جب محض شباب کی رعنائیوں کو باقی رکھنے یا دردزہ کی مصیبت سے بچانے کے لیے عزل جائز ہے تو کیا یہ اس وقت جائز نہ ہوگا جب کہ اجتماعی حیثیت سے پورے ملک کے لیے اضافۂ آبادی ایک معاشی ومعاشرتی مسئلہ بن گیا ہو؟

ذرا ٹھہریئے خود غزالی ہی کی زبانی اسے بھی سن لیجیے فرماتے ہیں:

الثالثة الخوف من كثرة الحرج بسبب كثرة الاولاد والاحتراز من الحاجة الى التعب فی الكسب ودخول مداخل السوء وهذا ايضاً غير منهى عنه

(اتحاف السادہ۔ ج ۵۔ ص ۳۸۲)

عزل کا تیسرا محرک یہ ہے کہ کثرت اولاد کی وجہ سے (معاشی تنگی میں اضافے کا جو اندیشہ ہوتا ہے اور کسب معاش میں جو تھکا دینے والی محنت کی ضرورت پڑتی ہے اور اس سے جو کئی خرابیوں میں مبتلا ہونا پڑتا ہے اس سے انسان بچنا چاہتا ہے اور اس (غرض کو پورا کرنے کے لیے بھی عزل کی کوئی ممانعت نہیں۔

ہم نے فلسفہ وتصوف کے امام کا فتویٰ پیش کردیا۔ اب اس کے بعد آخر میں ہم صرف یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ راقم سطور کے متعلق آپ جو کچھ فرمانا چاہیں شوق سے فرمائیں۔ لیکن صرف اتنا لحاظ رکھیں کہ اس نے اپنی طرف سے کچھ بھی نہیں کہا ہے۔ ضبط ولادت اگر بلا ضرورت

بھی ہو تو اس کے جواز کے قائل حضرت جابرؓ، حضرت ابو سعید خدری، حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت سعید بن مسیب، حضرت امام ابو حنیفہ، حضرت امام شافعی، اور حضرت امام غزالی جیسے اکابر امت ہیں۔ لہذا اعتراض کرتے وقت بزرگوں کا احترام بھی ملحوظ رہے۔

"اے ایمان والو اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص دیکھ بھال لے کہ کل (قیامت) کے واسطے اس نے کیا ذخیرہ بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ تعالےٰ کو تمھارے اعمال کی سب خبر ہے اور تم ان لوگوں کی طرح مت ہو جنھوں نے اللہ کے احکام سے بے پروائی کی سو اللہ تعالےٰ نے خود ان کی جان سے ان کو بے پروا بنا دیا۔ یہی لوگ نافرمان ہیں۔

اہل نار اور اہل جنت باہم برابر نہیں۔ جو اہل جنت ہیں وہ کامیاب لوگ ہیں (اور اہل نار ناکام)۔

اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو (اے مخاطب) تو اس کو دیکھتا کہ خدا کے خوف سے دب جاتا، اور پھٹ جاتا اور ان مضامین عجیبہ کو ہم ان لوگوں کے (نفع کے) لیے بیان کرتے ہیں۔ تاکہ وہ سوچیں"

"سورۃ الحشر"